عہدِ رسالت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فقہی تربیت

اور عہدِ تابعینؒ میں اُس کے نتائج وثمرات (چھٹی قسط)

مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی

''عہدِ رسالت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فقہی تربیت اور اس کے نتائج وثمرات'' کی سرگزشت آپ کی نظر سے گزری، جو خیر القرون کی دو اہم کڑیوں عہدِ رسالتؐ اور عہدِ صحابہؓ پر محیط تھی۔

اس سلسلے کی تیسری اہم کڑی عہد تابعینؒ (۱) پر مشتمل ہے۔ یہ گوناگوں پہلو رکھتی ہے، اس میں بحث کی زیادہ گنجائش ہے۔ بعض جامعات میں اس کے بعض پہلوؤں پر تحقیقی کام ہوا بھی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس طرح عہدِ صحابہؓ میں پانچ صحابہ رضی اللہ عنہم نے احکام پر کام کیا، دورِ صحابہؓ میں کسی اور صحابیؓ سے اس میں شرکت منقول نہیں، اسی طرح عہدِ تابعینؒ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پہلے تابعی ہیں جن سے شریعت کے تمام ابواب کی تشکیل وتدوین کتابی صورت میں ظہور پذیر ہوئی۔ یہ کام قدرت کی طرف سے انہی کے لیے مقدر تھا، وہی احکام شریعت کا سب سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ چنانچہ نقدِ حدیث ورجال کے اپنے وقت کے مشہور عالم یحییٰ بن سعید القطان (۱۲۰-۱۹۸ھ/ ۷۳۷-۸۱۳ء) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرماتے تھے:

''إنّه و اللّٰہ أعلم هذه الأمة بما جاء عن اللّٰه و رسوله ۔'' (۲)

''واللہ! امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس امت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے سب سے بڑے عالم تھے۔''

چنانچہ فقہی خدمت کی یہ سعادت دوسرے قرون میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگردوں کے حصہ میں آئی، مفتیِ مشرق محدث وفقیہ خلف بن ایوب بلخی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۹-۲۰۵ھ) فرماتے تھے:

''صار علم من اللّٰه تعالٰى إلٰى محمد صلى اللّٰه عليه وسلم ثم صار إلى أصحابه ثم صار إلٰى التابعين، ثم صار إلٰى أبى حنيفةؒ و أصحابه فمن شاء فليرض ومن شاء فليسخط ۔''(۳)

''اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم محمد ﷺ کو پہنچا، پھر وہ علم رسالتمآب ﷺ کی طرف سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں آیا، پھر صحابہ رضی اللہ عنہم سے تابعین رحمۃ اللہ علیہم میں پھیلا، پھر تابعین رحمۃ اللہ علیہم میں

یہ علم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگردوں میں آیا، سو جو چاہے اس (حقیقت) پر خوش ہو اور جو چاہے اس پر ناراض ہو۔''

اس تاریخی حقیقت کو علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

'' **من مناقب أبی حنیفۃ التی انفرد بھا أنّہ أوّل من دوّن علم الشریعۃ ورتّبہ أبوابًا ثم تبعہ مالک بن أنس فی ترتیب الموطأ ولم یسبق أباحنیفۃ أحد۔**''(۴)

''امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ان خصوصی مناقب میں سے جن میں وہ یکتا و منفرد ہیں، ایک یہ ہے کہ وہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم شریعت کو مدون کیا اور اس کی ابواب پر ترتیب کی، پھر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطاً کی ترتیب میں ان کی پیروی کی اور اس امر میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر کسی کو سبقت حاصل نہیں۔''

ان وجوہ سے اس دوسری قسط میں فقہائے تابعین کی مجتہدانہ سرگرمیوں کی مختصر نشاندہی کے بعد عہد تابعین میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فن حدیث، فقہ، رجال میں علمی خدمات و مقام اور اسلامی قلمرو میں ان کے علمی و تحقیقی ورثے کے ثمرات و نتائج کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

تابعین رحمۃ اللہ علیہم کی مجلس میں فقہی مسائل میں مذاکرہ

اس سنتِ متواترہ و متوارثہ پر تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے دور میں عمل جاری رہا، چنانچہ مؤرخ اسلام علامہ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۴۸ھ نے تاریخ الاسلام میں نامور محدث فضیل (۵) بن غزوان ضبی کوفی المتوفی بعد ۱۴۰ھ/ ۷۵۷ء کا بیان نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

'' **کنا نجلس أنا ومغیرۃ (۶) وعددناسا نتذاکر الفقہ فربما لم نقم حتی نسمع النداء لصلاۃ الفجر۔**''(۷)

''ہماری رات میں بیٹھک رہتی تھی اور مغیرہ بن مقسم ضبی المتوفی ۱۳۳ھ اور چند اہلِ علم کا نام اور لیا، سب فقہی مسائل میں مذاکرہ کرتے اور بسا اوقات اس مجلس سے کوئی اٹھتا نہیں تھا، تا آنکہ فجر کی اذان سنتے اور نماز فجر کے لیے اٹھتے تھے۔''

رائے (فقہی بصیرت) اور مطالب و معانیِ حدیث میں ربط و تلازم

وہ مجتہدین وفقہائے امت جنہوں نے اس سنتِ متواترہ و متوارثہ کی آبیاری کی اور اُسے زندہ رکھا، انہی پر طعن و تشنیع کی جاتی ہے۔ تذکرہ و رجال کی کتابوں میں اُنہیں ''أصحاب الرأی'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ سنت کو چھوڑ کر رائے پر عمل کرتے ہیں، حالانکہ یہی مجتہدین و فقہا سنت و آثار کے معانی و مطالب کو بہتر سمجھتے، اور وہ ان کی نسبت ان پر عمل بھی زیادہ کرتے ہیں، ان

مجتہدین وفقہا کے معانی ومطالبِ حدیث کو بہ غور سمجھنے کا اعتراف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نامور شاگرد امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کو ہے، وہ فرماتے ہیں: ’’وھم (الفقھاء) أعلم بمعانی الحدیث۔‘‘ .....’’وہ فقہا معانیِ حدیث کو بہتر طور پر جانتے سمجھتے ہیں۔‘‘ اور سنت پر عمل کے زیادہ دلدادہ ہیں، اس لیے کہ فقہی بصیرت اور معانیِ حدیث کی تفہیم میں گہرا ربط وتلازم ہے۔ ان کا بنیادی اصول یہ ہے:

’’لایستقیم العمل بالحدیث إلا بالرأی، ولا یستقیم العمل بالرأی إلّابالحدیث۔‘‘

’’رائے (فقہی بصیرت) کے بغیر حدیث پر عمل درست نہیں ہوتا، اور حدیث کے بغیر فقہی بصیرت درست نہیں ہوتی، اس اصول کی طرف امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ادب القاضی میں رہنمائی کی ہے۔‘‘

اس اصول کی روشنی میں اربابِ اصول فقہ اور فقہا یہ دعویٰ کرسکتے ہیں کہ ائمہ احناف کا سنت پر عمل دوسرے ائمہ مجتہدین کی نسبت سے زیادہ ہے، چنانچہ شمس الائمہ سرخسی ’’اصول السرخسی‘‘ میں رقم طراز ہیں:

ترجمہ: ’’امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ادب القاضی میں تصریح کی ہے کہ حدیث پر عمل فقہی بصیرت کے بغیر درست نہیں ہوتا، اور حدیث کے بغیر فقہی بصیرت درست نہیں۔ حقیقت میں ہمارے اصحاب (متقدمین ائمہ حنفیہؒ) نے سنت پر عمل کو مضبوطی سے پکڑا ہوا ہے، چنانچہ حدیث شریف کی تعظیم وتکریم جیسی ان سے ظاہر ہوتی ہے اور اصحاب الحدیث سے ظاہر نہیں ہوتی، اس امر کی دلیل یہ ہے کہ ۱:.....انہوں نے (اصحاب الرائے نے) سنت کو اتنا قوی درجہ دیا ہے کہ اس سے کتاب اللہ کا نسخ جائز سمجھا ہے۔ ۲:.....مرسل روایتوں پر عمل درست قرار دیا۔ ۳:.....مجہول راوی کی روایت کو قیاس پر مقدم کیا ہے۔ ۴:.....صحابیؓ کے قول کو قیاس پر فوقیت دی، اس لیے کہ صحابیؓ کے قول میں رسول اللہ ﷺ سے سننے کا احتمال برابر برقرار ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔ ان تمام باتوں کے بعد بھی ۵:.....انہوں نے (یعنی فریق مخالف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے) قیاس صحیح پر عمل کیا اور یہ وہ بات ہے جس کا اثر اپنی قوت کے ساتھ نمایاں ہے (اس کے برعکس حدیث پر عمل کرنے والوں کا حال یہ ہے کہ وہ مرسل روایتوں پر عمل جائز قرار نہیں دیتے، چنانچہ انہوں نے حدیث وسنت کے بڑے ذخیرے پر عمل چھوڑ رکھا ہے اور اُسے ناقابل عمل قرار دے رکھا ہے۔ انہوں نے خیر القرون کے مجہول راوی کی روایت کو قبول نہیں کیا، اس طرح بعض سنتوں پر عمل معطل کیا۔ امام موصوف نے جب صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی صحابیؓ کی تقلید کو روا نہیں رکھا تو انہوں نے سماع کے شبہ سے صرفِ نظر کی اور قیاس کے شبہ پر عمل کو جائز رکھا۔ حالانکہ یہ ان باتوں میں سے ہے کہ کسی حال میں وجوب کی نسبت اس کی طرف کرنا جائز نہیں، اس کا حال اس شخص کے حال کی طرح ہے جو قیاس پر عمل کو قطعاً جائز قرار نہیں دیتا، پھر امام موصوف ’’استصحابِ حال‘‘ (۸)،

پر عمل کرتے ہیں۔موصوف کا استصحابِ حال کو اختیار کرنا دلیل کے بغیر احتیاط پر عمل کرنا ہے اور ترکِ عمل دلیل سے ہوتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ ہمارے اصحاب احکامِ شرع کے اصول وفروع میں پیشوا و رہنما ہیں اور ان کے فتوے سے لوگوں کے لیے شریعت کا راستہ کھلا ہے، تاہم یہ بات پیش نظر رہے کہ یہ ایک گہرا سمندر ہے، ہر تیراک اس سمندر میں تیر نہیں پاتا اور نہ ہر طالب اس کی شرائط کو پورا کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی بخشنے والا ہے۔‘‘(۹)

امام فخر الاسلام بزدوی رحمۃ اللہ علیہ ’’کنز الوصول‘‘ میں تحریر فرماتے ہیں:

ترجمہ:’’ہمارے اصحاب وہ ہیں جنہیں اس باب (فقہ حدیث) میں بلند رتبہ اور اعلیٰ مرتبہ حاصل ہے اور وہی علمائے ربانی کتاب وسنت کے علم میں لائق اقتدا ہیں اور وہی ’’اصحاب الحدیث‘‘ ہیں جو حدیث کے معانی سمجھتے ہیں۔ حدیث کے معانی کا فہم وادراک انہی علما کا حق تسلیم کیا گیا ہے، چنانچہ ان کو ’’أصحاب الرأی‘‘ کے نام سے یاد کیا گیا اور وہ رائے اس فقہ کا نام ہے جس کا تذکرہ ہم نے اوپر کیا ہے اور یہ معانی حدیث کے سمجھنے والے ہی اصحاب الحدیث کہلانے کے زیادہ لائق ہیں۔ کیا تمہیں نظر نہیں آتا کہ ان کے یہاں سنت کا مرتبہ اتنا قوی ہے کہ انہوں نے سنت سے کتاب اللہ کا نسخ جائز قرار دیا اور انہوں نے سنت و حدیث سے استدلال کرتے ہوئے ’’مراسیل‘‘ پر عمل کیا اور مرسل حدیث پر عمل کرنا رائے سے بہتر سمجھا۔ اور جس نے مراسیل کو نظر انداز کیا، اس نے سنت کے بہت بڑے حصے کو چھوڑ دیا اور اصل کو چھوڑ کر فرع پر عمل کیا، اس نے حدیث کو جو اصل ہے چھوڑ کر قیاس پر عمل کیا، جو فرع کی حیثیت رکھتا ہے۔ انہوں نے مجہول راوی کی روایت کو قیاس پر مقدم کیا۔ انہوں نے صحابیؓ کے قول کو قیاس پر فوقیت دی۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ’’کتاب ادب القاضی‘‘ میں تصریح کی ہے کہ: **لایستقیم الحدیث إلا بالرأی ولا یستقیم الرأی إلا بالحدیث**‘‘.... ’’حدیث کا مطلب ومنشا رائے و فقہی بصیرت کے بغیر صحیح طور پر سمجھا نہیں جاتا اور رائے و قیاس‘ حدیث کے بغیر صحیح نہیں ہوتا۔‘‘ حتیٰ کہ جو حدیث کو اچھی طرح سمجھ نہیں پاتا اور علم حدیث میں مہارت حاصل نہیں کر پاتا، اس کی رائے و قیاس درست نہیں، وہ قضا اور فتوے کی صلاحیت نہیں رکھتا، اگرچہ اس نے اپنی کتابوں کو حدیث سے بھرا ہوا ہو، اور جو معانی حدیث میں بحث ونظر کیے بغیر ظاہر حدیث پر مطمئن ہوگیا اور اس نے فروع کو اصول کے تحت ترتیب دینے سے منہ موڑ، اُسے ظاہری کہا جاتا ہے۔‘‘(۱۰)

یہی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کسی ایسے عالم کو منصبِ افتا وقضا کا اہل نہیں سمجھتے جو فقہ و حدیث میں بصیرت نہ رکھتا ہو، چنانچہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۳۲۱ھ مختصر الطحاوی میں رقم طراز ہیں:

’’اور ایسے عالم کو قاضی بنانا مناسب ہے جس کی ۱:... پاک دامنی، ۲:...صلاح، ۳:...فہم وفراست قابل اعتماد ہو، ۴:...سنت وآثار کا علم رکھتا ہو، ۵:...(جس کی) وجوہِ فقہ کی معرفت قابل اعتماد ہو۔ ایسے صاحب رائے عالم کو قاضی نہ بنائیں جسے سنت واحادیث کا علم نہ ہو اور نہ ایسے حدیث داں کو جسے فقہ کا علم اور فقہ میں بصیرت نہ ہو، اور جو عالم مذکورۂ بالا صفات سے آراستہ ہو وہ فتویٰ نہ دے اور فتویٰ دے تو صرف ایسی بات کا جسے اس نے (تحقیق سے) سنا ہو۔‘‘(۱۱)

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جس بات کی طرف ’’کتاب ادب القاضی‘‘ میں اشارہ وتنبیہ کی ہے کہ رائے کے بغیر حدیث کے معانی نہیں سمجھے جاسکتے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ نصوصِ شرعیہ معقولۃ المعانی ہیں، ان کا ادراک فہم سلیم اور عقل ودانش سے کیا جاسکتا ہے، لیکن یہ کام وہی اربابِ صدق وصفا سرانجام دے سکتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے مزاجِ شریعت سے مناسبت اور فقہی بصیرت کی نعمت سے سرفراز کیا ہے۔

نصوصِ شرعیہ معقولۃ المعانی ہیں، مگر ان کا ادراک وفہم آسان نہیں، یہ ہر عالم کے بس کا کام نہیں، چنانچہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۲۸ھ فرماتے ہیں کہ:

’’میں نے اپنی بساط کے مطابق شرعی دلائل پر غور وفکر کیا تو میں نے قیاس صحیح کو حدیث صحیح کے مخالف نہیں پایا، جیسا کہ معقول صحیح منقول صحیح کے مخالف نہیں ہوتا، بلکہ میں نے قیاس کو اکثر مخالف حدیث واثر پایا تو لازماً میں نے ان میں سے ایک کو ضعیف پایا، لیکن قیاسِ صحیح اور قیاسِ فاسد میں بہت سے فاضل علما امتیاز کرنے سے قاصر ہیں، اور علما کا تو ذکر ہی کیا ہے، اس لیے کہ احکام میں علتِ موثرہ کا صحیح ادراک اور ان معانی کا فہم جن کا تعلق احکام سے ہے اشرف علوم سے ہے۔ ان میں سے کچھ تو بہت روشن ونمایاں ہوتے ہیں جن کو بیشتر اہل علم سمجھتے ہیں، اور بعض دقیق ہوتے ہیں جن کو خاص علما سمجھتے ہیں، اس لیے بہت سے علما کے قیاس نصوص کے مخالف ہوتے ہیں، اس لیے کہ قیاسِ صحیح کی حقیقت ان پر منکشف نہیں ہوتی، جس طرح بہت سے اہل علم پر نصوص میں جو دقیق دلائل‘ احکام پر دلالت کرتے ہیں، مخفی رہتے ہیں۔‘‘(۱۲)

اس سے ثابت ہوا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہِ حدیث پر نظر اور صحیح حدیث کا ادراک و بصیرت ان کے تلامذہ کی نظر میں مسلم تھی۔

صحیح حدیث کی شناخت

اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ محض سلسلۂ اسناد سے حدیث کی صحت معلوم نہیں ہوتی، حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

’’إن الصحیح لایعرف بروایۃ فقط إنما یعرف بالفھم و الحفظ و کثرۃ السماع۔‘‘(۱۳)

’’صحیح حدیث محض اپنے سلسلۂ سند سے نہیں پہچانی جاتی، اس کی صحت تین باتوں سے معلوم ہوتی ہے: ۱:...فہم وفراست، ۲:...حفظ، ۳:...کثرتِ سماع۔‘‘

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مذکورۂ بالا تینوں صفات سے بدرجہ اتم بہرہ ور ہیں، اس امر کا صحیح اندازہ امام موصوف کی تحصیل وطلب علم سے کیا جاسکتا ہے جو مختصراً ہدیۂ ناظرین ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحصیل حدیث کا زمانہ

علامہ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۴۸ھ نے تصریح کی ہے کہ موصوف نے حدیث کی تحصیل ۱۰۰ھ اور اس کے بعد کے سالوں میں کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

’’أنّ الإمام أباحنيفة طلب الحديث و أكثرمنه فی سنة مائة و بعدها۔‘‘(۱۴)

’’بلاشبہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۰۰ھ اور اس کے بعد کے سالوں میں حدیث کی تحصیل کی اور بہت زیادہ کی ہے۔‘‘

مؤرخ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورۂ بالا بیان سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ۱:...طلبِ حدیث، ۲:...حدیث کی کثرتِ طلب، اور ۳:...طلب حدیث کے زمانے کی تعیین سے ایک محقق کے لیے بہت سے علمی گوشے کھل جاتے ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

۱:...... یہاں یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ تابعین کرام رحمۃ اللہ علیہم کا عہد ۱۸۰ھ-۷۹۶ء میں ختم ہوا ہے۔ چنانچہ علامہ حافظ سراج الدین معروف بابن الملقن رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۸۰۴ھ ’’المقنع فی علوم الحديث، ۲/ ۵۱۵‘‘ مکہ، دارالفوز للنشر، ۱۴۱۳ھ میں اور صاحب تدریب الراوی، طبع: مکہ ۱۳۷۹ھ، ص: ۴۳۳، میں رقمطراز ہیں کہ: ’’أوّل التابعين وفاةً أبوزيد معضد بن زيد سنة ثلاثين فی خلافة عثمانؓ و آخرهم خلف بن خليفة، مات بعد ثمانين ومائة‘‘۔...... ’’تابعین میں سب سے پہلے وفات پانے والے ابوزید معضد بن زید رحمۃ اللہ علیہ تھے، موصوف خلافت عثمانی ۳۰ھ میں شہید ہوئے تھے۔ اور تابعین میں سب سے آخر میں انتقال کرنے والے خلف بن خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ تھے، موصوف کا انتقال ۱۸۰ھ میں ہوا تھا۔‘‘

۲:......مقدمۃ کتاب التعلیم، تالیف مسعود بن شیبہ السندی، حیدرآباد السند، لجنۃ احیاء الادب السندی، ۱۹۶۵ء، ص: ۱۳۴۔

۳:......تاریخ بغداد، ج: ۱۳، ص: ۳۳۶۔ ۴:......تبییض الصحیفہ، طبع دائرۃ المعارف النظامیہ، ۱۳۳۴ھ، ص: ۳۶۔

۵:......فضیل بن غزوان الضبی الکوفی (بعد ۱۴۰ھ) کا تذکرہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ’’الإمام المحدث الثقة‘‘ کے الفاظ سے کیا ہے۔ یہ صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ہیں، حضرت عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ اور سالم بن عبداللہ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ محمد بن فضیل، عبداللہ بن المبارک اور یحییٰ القطان وغیرہ موصوف سے روایت کرتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے موصوف کو ثقہ قرار دیا۔ یہ ایسے بلند پایہ فقہا میں سے ہیں جن کی راتیں فقہی مسائل کی بحث میں گزرتی تھیں۔ امام موصوف کا تذکرہ علامہ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ سے طبقات الفقہاء میں اور ابن حزم اندلسی رحمۃ اللہ علیہ سے غیر معمولی جستجو کے باوجود نام رہ گیا، بلکہ اور بھی ایسے کتنے فقہاء و مجتہد ہوں گے جن کا تذکرہ و نام ان سے رہ گیا ہوگا۔ (سیر اعلام النبلاء، ج: ۶، ص: ۲۰۳، تہذیب الکمال، بیروت، دارالمامون للتراث، ج: ۲، ص: ۵-۱۱)

۶:......مغیرة بن مقسم الضبی مولاهم الأعمیٰ الکوفی صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ہیں۔ مورخ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے موصوف کا تذکرہ ان الفاظ سے کیا ہے: ''الإمام، العلامه الثقة الضبی الکوفی الأعمیٰ ''۔صغار تابعین میں موصوف کا شمار ہوتا ہے، عکرمہ، ابراہیم نخعی اور شعبی کے شاگرد ہیں۔ تابعین میں سلیمان تیمی رحمۃ اللہ علیہ نے موصوف سے روایت کی ہے۔ شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ یہ حکم اور حماد دونوں سے بڑے حافظ تھے اور ابوبکر بن عباس کہتے ہیں: ''ما رأیت أفقه منه ''.....''میں نے موصوف سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا، چنانچہ میں ان سے چمٹا رہا۔'' (سیر اعلام النبلاء:۶/۱۱) جریر بن عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ نے موصوف کے حفظ کے متعلق خود مغیرہ کا قول نقل کیا کہ: ''ما وقع فی سماعی شئی فنسیته ''میرے کانوں میں کوئی چیز پڑی ہو، پھر میں اس کو بھولوں ایسا نہیں ہوا۔ اس پر علامہ الذہبی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: ''هذا واللّٰه الحفظ، لا حفظ من درس کتاباً مرات عدةٍ، حتی عرضه، ثم علیه، ثم درسه فحفظه، ثم نسیه أو أکثره ۔'' (سیر اعلام النبلاء:۶/۱۱)......''واللہ حفظ یہ ہے، اس کا حفظ نہیں جس نے کتاب کئی بار پڑھائی، یہاں تک کہ اسے طلبہ میں پیش کیا، انہیں پڑھائی، سنائی، پھر اس پر توجہ کی اور محفوظ کرلی، پھر اسے پڑھایا تو یاد کیا، پھر اسے بھول گئے یا اس کا اکثر حصہ ذہن سے جاتا رہا۔'' حافظ عجلی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۲۶۱ھ فرماتے ہیں: ''مغیرة ثقة فقیه کان من فقهاء أصحاب إبراهیم، وکان أعمیٰ ۔'' (تاریخ الثقات، ص:۴۳۷، وسیر اعلام النبلاء، ج:۶، ص:۱۲)......''مغیرہ، ثقہ اور فقیہ تھے، ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے تھے اور اندھے تھے۔'' ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے: ''کان ثقة کثیر الحدیث ۔'' (الطبقات الکبریٰ، ج:۶، ص:۳۳۷) ''مغیرہ ثقہ اور ان کے پاس حدیث کا ذخیرہ بہت تھا۔'' امام کا قول ۱۳۳ھ اور ابن معلیٰ فرماتے ہیں: ۱۳۴ھ میں انتقال ہوا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی صدی ہجری کے آخر سے دوسری صدی ہجری کی تیسری دہائی تک فقہا کا جن میں اندھے بھی ہوتے راتوں میں فقہی مسائل پر بحث کا معمول تھا۔ مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہوا کہ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اس سنت متواترہ پر گامزن رہے، پھر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگردوں نے اس طریقہ کو اپنایا اور یہ طریقہ امام ابوبکر الجصاص رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۳۷۰ھ کے زمانے تک اس پر عمل جاری تھا۔ (احکام القرآن للجصاص، ج:۲، ص:۵۹۰)

۷:......تاریخ الاسلام (حوادث ووفیات ۱۳۱-۱۴۰ھ) ص:۵۴۲۔

۸:......استصحاب حال یہ ارباب اصول کی اصطلاح ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ حکم ثابت کرنے والا اس چیز کو باقی رکھنے والا نہیں ہے، اس لیے کہ ایک چیز کی ایجاد اور ہے اور اس چیز کو باقی رکھنا اور بات ہے، اس لیے ضروری نہیں کہ جس دلیل نے اس کو زمانہ ماضی میں وجود بخشا ہے وہ دلیل اس کو زمانہ حال میں باقی رکھنے والی ہو، اس لیے کہ بقا عرض ہے جو وجود کے بعد لاحق ہوتی ہے، عرض اس چیز کی عین اور ذات نہیں ہے، لہٰذا وجود سے بقا کی نفی کرنا درست ہے، چنانچہ یہ کہنا درست ہے کہ ایک چیز وجود پذیر ہوئی اور باقی نہیں رہی، لہٰذا اب بقا کے لیے ایک جداگانہ سبب درکار ہے، تو تنہا استصحاب کے حکم سے بقا کا حکم کرنا بغیر دلیل کے حکم لگانا ہے، اور یہ بات درست نہیں، اس کے لیے جداگانہ دلیل کی حاجت ہے اور وہ موجود نہیں۔ (کشاف اصطلاحات الفنون، لاہور، سہیل اکیڈیمی ۱۹۹۲ء، ج:۱، ص:۸۰۹)

۹:......اصول السرخسی، مصر، دارالکتاب العربی، ۱۳۷۲ھ، ج:۲، ص:۱۱۳ (ولہ) المحرر فی اصول الفقہ، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۶ء، ۲/۸۷۔

۱۰:......کنز الوصول الی معرفۃ الاصول، کراچی، اصح المطابع، ۱۳۸۶ھ، ص:۴-۵۔

۱۱:......احمد بن محمد الطحاوی، مختصر الطحاوی، القاہرہ، دارالکتاب العربی، ۱۳۷۰ھ، ص:۳۳۲۔

۱۲:......ابن قیم جوزیہ، اعلام الموقعین عن رب العالمین، بیروت، دار الجیل ب ت، ج:۲، ص:۴۷۔

۱۳:......معرفۃ علوم الحدیث، ص:۵۹۔ (التاسع عشر من علوم الحدیث)۔ ۱۴:......سیر اعلام النبلاء، ج:۶، ص:۳۹۶۔

(جاری ہے)